https://telegram.me/ilmokitab

سیّد فخر الدین ماتری

لمبا قد، گندمی رنگ، فلسفیوں کی طرح سوچتی ہوئی نیم وا آنکھیں، خوبصورت چہرہ، اُلٹی مانگ، مستانہ چال، آواز میں گھن گرج، بے باک، نڈر، بذلہ سنج، جملے باز، انجمن آرا، جس محفل میں بیٹھتے شمعِ محفل بن جاتے۔ جیب میں پھوٹی کوڑی نہ ہوتی اور فاقے گزر جاتے، لیکن چہرے مہرے سے ظاہر نہ ہونے دیتے۔ نام سیّد فخر الدین۔ گجرات کے ایک گاؤں ماتر میں پیدا ہوئے۔ علوی سیّد تھے۔ ان کے آباؤ اجداد عرب اور ایران سے ہوتے ہوئے ہندوستان آئے اور گجرات میں بس بسا گئے۔

ان کے جدِ امجد شاہ وجیہہ الدینؒ مشہور صوفی شاعر ولی گجراتی کے بھائی تھے۔ شاہ وجیہہ الدین اپنے وقت کے بڑے عالمِ دین تھے۔ ان کا گھر دینی علوم کا سرچشمہ تھا۔ اُس کی حیثیت ایک جامعہ کی تھی، جہاں دُور دُور سے تشنہ کامانِ علم آتے اور سیراب ہو کر جاتے۔ شاہ وجیہہ الدینؒ نے اکبر بادشاہ کا زمانہ پایا تھا اور جب اکبر بادشاہ نے علما سے حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے خلاف فتویٰ لیا تو شاہ صاحب نے اختلافی نوٹ لکھا۔ یہ جُرأت و بے باکی ماتری مرحوم نے اپنے جدِ امجد سے ورثے میں پائی تھی۔

۱۹۶۲ء میں ایک شام ماترؔی صاحب نے اپنی گاڑی بھیج کر مجھے اپنے گھر بلوایا اور کہا کہ میں اُردو زبان میں ایک روزنامہ (اخبار) نکالنا چاہتا ہوں اور مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ مَیں نے کہا، مَیں تیار ہوں۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد یہ معلوم ہوا کہ جب ماتری صاحب ترکی گئے تھے تو وہاں انہوں نے "حُریّت" نام کا ایک اخبار دیکھا تھا اور یہ نام انہیں بہت پسند آیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد ماترؔی صاحب نے "حُریّت" کا ڈیکلیریشن لے لیا۔ ماتری مرحوم حریّت کو اخبار نہیں بلکہ ایک تحریک کی طرح چلانا چاہتے تھے۔ وہ بڑے سچے مسلمان اور محبِ وطن تھے۔ وہ برِّصغیر کے ان نوجوانوں میں شامل تھے جنہوں نے قائدِ اعظم کی راہنمائی میں حصولِ پاکستان کے

لیے سردھڑ کی بازی لگائی تھی۔

ماتری صاحب افسانہ نگار بھی تھے اور ناول نویس بھی۔ اعلیٰ درجے کے سیاست دان، صحافی اور شاعر بھی۔ گجراتی ادیبوں میں ان کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ ماتری مرحوم نے مجھے بتایا کہ جب مَیں نے گجرات میں گجراتی زبان میں ایک اخبار نکالا تو مَیں اپنے جدِ امجد کے مزار پر گیا اور میں نے اپنا قلم مزار پر رکھ کر کہا:

"بابا! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میرے قلم میں ایسا زور اور اثر پیدا کرے کہ مَیں جو کچھ لکھوں وہ میرے پڑھنے والوں کے دِلوں میں اُتر جائے۔ مَیں حق اور سچّائی کا ساتھ دوں اور باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی مجھ میں جُراُت اور حوصلہ ہو۔"

اور پھر یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرے جدِّ امجد کی دُعا قبول ہوگئی۔

ماتری صاحب کو بمبئی کے وزیرِ اعلیٰ، کے. ایم. منشی نے پاکستان بننے کے بعد دیس نکالا دیا اور ایک ڈکوٹے کے ذریعے انہیں پاکستان بھیج دیا۔

قائدِ اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح اُن سے اولاد کی طرح محبت کرتے۔ مَیں نے ماتری مرحوم کو ٹیلی فون پر مادرِ ملت سے غصّے کی حالت میں اونچی آواز میں بولتے دیکھا۔ ہوا کچھ یوں کہ جب مادرِ ملّت نے ایّوب خان کے عہدِ حکومت میں صدارت کے لیے انتخاب لڑنے کا اعلان کیا تو بہت سے اخباروں نے اُس اعلان کا خیر مقدم کیا لیکن ماتری صاحب کے اخبارات، یعنی حُریّت، لیڈر اور ملّت، خاموش رہے، تو اس پر محترمہ نے ٹیلی فون پر ماتری صاحب سے نہ صرف شکایت کی بلکہ ان پر طنز بھی کیا۔ بس پھر اللہ دے اور بندہ لے۔ انہوں نے محترمہ سے کہا، کیا آپ کو یہ نہ چاہیے تھا کہ اس سلسلے میں آپ مجھ سے مشورہ کرتیں۔ اگر آپ مجھ سے پوچھتیں تو مَیں آپ کو کبھی یہ رائے نہیں دیتا، کیونکہ آپ پاکستان کی آبرو ہیں، قائدِ اعظم کی ناموس ہیں اور ایوب خان کی حکومت آپ کو بدنام اور رسوا بھی کرسکتی ہے۔ آپ کو یہ چاہیے تھا کہ آپ کسی دوسرے شخص کو صدارت کے لیے کھڑا کر کے پبلک سے اسے کامیاب بنانے کی اپیل کرتیں۔ اتنا کہہ کر ماتری صاحب نے ٹیلی فون بند کر دیا، اور یہ فرمایا کہ اب ہمیں ان کا ساتھ دینا ہوگا اور مُلک کے تمام اخباروں سے بڑھ کر ہمیں ان کی حمایت کرنی ہوگی۔ چنانچہ جب ماتری صاحب کے قلم سے ایّوب حکومت کے خلاف شعلے بھڑکنے لگے تو ماتری صاحب کے تمام اخباروں کے اشتہارات بند

کر دیئے گئے۔

ماتری مرحوم جب پاکستان آئے تو ان کے تن پر صرف ایک جوڑا تھا اور ان کی جیب خالی تھی۔ انہوں نے فاقے کیے لیکن ان کی آن میں کوئی فرق نہ آیا۔

ایک دن ماتری صاحب ایک دوست کی دکان پر بیٹھے تھے۔ ایک جوڑا قریب سے گزرا، بیوی نے برقعہ اوڑھا ہوا تھا۔ میاں آگے آگے اور بیوی پیچھے پیچھے۔ وہ شخص مُڑ مُڑ کر ماتری صاحب کو دیکھتا تھا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کچھ کہا تو وہ بھی مُڑ کر دیکھنے لگی اور تھوڑی دیر بعد وہ شخص ماتری صاحب کے قریب آیا اور اس نے پوچھا:

"کیا آپ فخر ماتری ہیں؟"

ماتری صاحب نے کہا: "ہاں۔"

اُس نے ماتری صاحب کے پاؤں کو ہاتھ لگایا اور کہا:

"بمبئی کی حکومت نے مجھ پر قتل کا مقدمہ چلایا تھا۔ آپ نے اپنے اخبار میں ایسے زور دار اداریے لکھے کہ حکومت نے مقدمہ واپس لے لیا۔ یہاں میری مالی حالت بہت اچھی ہے، یہ بتائیے کہ مَیں آپ کی کیا خدمت کروں؟"

ماتری صاحب نے کہا کہ مَیں یہاں سے اپنا اخبار ملّت نکالنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ایک چھاپے کی ضرورت ہے اور فلاں ہندو کے پاس، جو ہندوستان جا رہا ہے، یہ مشین موجود ہے۔ وہ اسے بیچنا چاہتا ہے اور دس ہزار روپے مانگ رہا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے وہیں ماتری صاحب کو دس ہزار کا چیک کاٹ کر دے دیا اور ماتری صاحب نے وہ مشین خرید لی اور نیپیئر روڈ کے ہوٹل کی چھت سے انہوں نے "ملّت" نکالنا شروع کر دیا اور پھر کچھ دِنوں بعد انہوں نے شام کا انگریزی اخبار "لیڈر" نکالا اور ۱۹۶۲ء میں روزنامہ "حُریّت" کا اجرا کیا۔ حُریّت نے صحافت کی دُنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ "حُریّت" نے اُردو صحافت کو ایک نیا موڑ دیا۔ یہ صحافت کے جدید تقاضوں کا حامل تھا۔ ماتری صاحب نے پہلی مرتبہ اُردو صحافت میں تصویری خبروں کو رائج کیا۔ بڑی تصویر اور مختصر اور جامع خبر۔ حُریّت کے اجرا سے پہلے اخباروں میں، خواہ وہ اُردو کے اخبار ہوں یا انگریزی کے، اداریے اس طرح لکھے جاتے تھے جیسے جواب مضمون لکھے جاتے ہیں۔ ایک موضوع پر دو کالموں میں خانہ پُری کی جاتی تھی۔ ماتری صاحب نے مختصر، جامع اور فکر انگیز

اداریے اور شذرے لکھنے کا رواج ڈالا۔

ان کا اسلوب ڈرامائی ہوتا اور ہر قاری ان کے اداریے پڑھنے پر مجبور ہو جاتا۔ چنانچہ دوسرے اخباروں نے بھی اداریہ نویسی کا یہ طریقہ اپنایا۔ اُردو اخباروں میں کالم واضح نہیں ہوتے تھے نہ کالموں میں سپیدی چھوڑی جاتی تھی۔ اور نہ بین السطور سپیدی ہوتی تھی۔ اس سے پڑھنے والے کی نظر کو ٹھوکر لگتی۔ چنانچہ 'حُریّت' میں کالموں کے فاصلوں کے علاوہ سطروں کے درمیان بھی سپیدی چھوڑی جانے لگی۔

حریت اُردو کا پہلا اخبار ہے جس میں کھیلوں اور تجارتی خبروں کے لیے علاحدہ صفحات مقرر کیے گئے اور جیسا مَیں نے پہلے کہا ہے، اس اخبار نے تصویری صحافت کا آغاز کیا۔ ماتری مرحوم نے اپنی زندگی میں صحافت کو ایک مشن بنالیا۔ وہ بھی پیٹ پر پتھر باندھ کر کام کرنے کے بعد۔ اُن کے رُفقا بھی دن رات اُن کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کرتے۔

ماتری مرحوم بڑے وضع دار انسان تھے۔ جس سے جتنے اور جیسے تعلقات ہوتے تھے، وہ اسے اسی طرح نبھاتے۔ اگر کسی محکمے کا سیکریٹری یا کوئی وزیر ان کے پاس آتا تو وہ اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتے، جیسا وہ اپنے نادار دوستوں سے کرتے جو اس محفل میں موجود ہوتے۔ دوپہر کو ان کے سارے دوست اور ساتھی اپنا اپنا کھانا ساتھ لاتے اور سب مِل جُل کر کھاتے۔ ماتری صاحب اور ان کے ساتھی ایک دوسرے کے کھانے میں شرکت کرتے۔ اگر کوئی ساتھی تکلیف میں ہوتا تو وہ تکلیف ماتری صاحب کی تکلیف بن جاتی۔ اُن کا ہاتھ بہت کھُلا تھا۔ ایک دن ایک عورت آئی، وہ بیوہ تھی۔ جب اس نے ماتری صاحب کو اپنی بپتا سنائی تو اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک سو روپے کا نوٹ نکال کر اسے دیا۔ بیوہ اپنی داستان سناتی رہی۔ ماتری صاحب کے جی میں جانے کیا آئی کہ انہوں نے چلّا کر کہا:

بس اب چلی جاؤ۔

اور جب وہ عورت چلی گئی تو ماتری صاحب نے ایک قہقہہ لگایا اور مجھ سے کہا:

"تم بھی کیا کہتے ہو گے کہ عجیب آدمی ہے، اس کی مدد بھی کی اور اُسے ڈانٹ بھی دیا۔"

اور پھر مسکراتے ہوئے کہا: "بات یہ ہے کہ میری جیب میں یہ ایک ہی نوٹ تھا اور مَیں نے اُسے نوٹ دیا اور وہ اپنی بپتا سناتی رہی تو میرے جی میں آئی کہ مَیں اس سے سو روپے کا نوٹ

لے کر اسے تڑوا کر پچاس روپے اسے دوں اور باقی پچاس روپے خود رکھ لوں۔ لہٰذا مَیں نے اسے ڈانٹ کر نکال دیا۔"

ماتری مرحوم سے کسی نے پوچھا۔ آپ گجراتی زبان کے ادیب اور صحافی ہیں لیکن اُردو زبان میں اخبار نکال رہے ہیں، تو یہ کیسے ہوگا؟ ماتری صاحب نے کہا کہ اُردو پر میرا سب سے زیادہ حق ہے، کیونکہ میرے جدِ امجد ولی گجراتی اُردو کے پہلے شاعر تھے اور اردو زبان سیکھنے کے لیے مَیں نے ایک ٹیوٹر رکھ لیا ہے، جسے مَیں تین لاکھ روپے ماہانہ دیتا ہوں اور اُس کا نام "حریت" ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ دو چار سال کے بعد ماتری صاحب بڑی روانی سے اُردو میں اداریے لکھوانے لگے۔

"حُریت" کے اجرا سے پہلے ماتری صاحب ایوب خان سے اُن کی ایک تصویر لے کر آئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ وہ حُریت کے پہلے شمارے کے ٹائٹل پر یہ تصویر چھاپیں گے، لیکن ماتری صاحب نے میرے سامنے ایک تصویر رکھی جس میں بے شمار کسان اور مزدور اور عوام ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ماتری صاحب نے کہا کہ اس تصویر کے نیچے یہ لکھو کہ یہ پاکستان کے اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ ہیں۔ اور میں نے تصویر کے نیچے یہ لکھا:

"یہ پاکستان کے عوام ہیں۔ یہ اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ ہیں۔ یہ مُلک انہوں نے بنایا ہے اور یہ مُلک انہی کا ہے۔ یہی اس ملک کے مالک ہیں۔ "حُریت" پاکستان کے عوام کو، پاکستان کے اقتدارِ اعلیٰ کو سلام کرتا ہے۔"

ماتری صاحب قرضوں پہ قرضے لیتے رہے اور "حُریت" کو بہتر سے بہتر پرچہ بنانے میں مصروف رہے۔ جب شام کو قرض خواہ ان سے ٹیلی فون پر مطالبہ کرتے تو وہ ہم سب کو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں یہ کہہ کر لے جاتے کہ آؤ شامِ غریباں منائیں۔ اور پھر ٹیلی فون پر قرض خواہ کو، جو ایک کاغذ والے بزرگ تھے، جی بھر کے جلی کٹی سناتے۔ وہ بولتے رہتے اور ہم ان کے پاس بیٹھے رہتے، ہمارے بیٹھنے سے ان کو تقویت پہنچتی۔

وہ آپس میں مشورہ کرنے کو مشاعرہ کہا کرتے تھے۔ ایک دن مجھ سے اور سیّد حسن مثنیٰ صاحب سے کہنے لگے کہ آج اللہ میاں کچھ خفا سا معلوم ہوتا ہے۔ دوپہر ہو گئی اور کوئی مصیبت یا پریشانی نہیں آئی۔ وہ آفات و مصائب میں قہقہے لگاتے اور ان قہقہوں سے دن بھر کی تھکن دور

ہوجاتی اور پھر یہ ہوا کہ یہ جواں سال صحافی اور ادیب چپ چپاتے ۴۷ برس کی عمر میں ہم سے رُخصت ہوگیا۔ جب ماتری صاحب کا انتقال ہوا تو اُن کے گھر میں پورا مہینہ چلانے کے لیے صرف پندرہ سو روپے تھے اور اخبار پہ بے پناہ قرضے چڑھے ہوئے تھے۔

ماتری جیسے انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

مت سہل ''انہیں'' جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں!

□□□

فخر ماتری: ولادت: ۳ ستمبر ۱۹۱۸۔ وفات: ۵ مارچ ۱۹۶۶